Al-Mīthāq *(Research Journal of Islamic Theology)*
ISSN: 2791-0989 (P), 2791-0997 (E)
Volume 05, **Issue** 01, January - March 2026, **PP**: 131-150
Open Access at: https://almithaqjournal.org/

Article QR

قرآنِ حکیم اور اناجیلِ اربعہ کے تمثیلی اسلوب کا تقابلی جائزہ

A Comparative Study of the Allegorical Style of the Holy Qur'ān and the Four Gospels

1. Khadija Usman usmankhadija854@gmail.com	*Ph. D Scholar,* *Department of Islamic Studies,* *National College of Business administration and Economics (AlHamra University) Lahore, Sub Campus Bahawalpur.*
2. Dr. Jamil Ahmad Sindhu jamilsandhu72@gmail.com	*Assistant Professor,* *Department of Islamic Studies,* *National College of Business administration and Economics (AlHamra University) Lahore, Sub Campus Bahawalpur.*

How to Cite:	Khadija Usman and Dr. Jamil Ahmad Sindhu. 2026: "A Comparative Study of the Allegorical Style of the Holy Qur'ān and the Four Gospels". Al-*Mīthāq (Research Journal of Islamic Theology)* 5 (01): 131-150.
Article History:	**Received**: 28-02-2026 · **Accepted**: 20-03-2026 · **Published**: 31-03-2026
Copyright:	**©The Authors**
Licensing:	This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.
Conflict of Interest:	Author(s) declared no conflict of interest.

Abstract & Indexing

DRJI · ADVANCED SCIENCE INDEX · CiteFactor · Asian Research Index · SCI · Google Scholar · اردو جرائد اشاریہ · تحقیقات تحقیقاتی اشاریہ · ADL Asian Digital Library · EuroPub

Publisher

HIRA INSTITUTE
of Social Sciences Research & Development

قرآنِ حکیم اور اناجیلِ اربعہ کے تمثیلی اسلوب کا تقابلی جائزہ

A Comparative Study of the Allegorical Style of the Holy Qur'ān and the Four Gospels

1. **Khadija Usman**
Ph. D Scholar, Department of Islamic Studies,
National College of Business administration and Economics (AlHamra University) Lahore,
Sub Campus Bahawalpur.
usmankhadija854@gmail.com

2. **Dr. Jamil Ahmad Sindhu**
Assistant Professor, Department of Islamic Studies,
National College of Business administration and Economics (AlHamra University) Lahore,
Sub Campus Bahawalpur.
jamilsandhu72@gmail.com

Abstract

This research study explores the shared and distinct ways the Quran and the Gospels use parables to bridge the gap between complex spiritual truths and everyday human understanding. While both scriptures employ simple, relatable metaphors to inspire moral reform and a sense of divine accountability, their scope and structural intent differ significantly. The Gospels primarily focus on the narrative and storytelling tradition, aiming to refine the individual's inner spiritual life and personal ethics. In contrast, the Quranic parables function as part of a more comprehensive "system of life," weaving moral lessons together with clear legal, social, and political principles intended to govern both the individual and the state. Ultimately, the study highlights that while the parable is a universal divine tool for guidance, the Quran uses it to build an all-encompassing social framework, whereas the Gospels use it as a profound mirror for the human soul.

Keywords: *Divine Rhetoric, Comparative Religion, Parables, Moral Reform, Legal Systems, Metaphorical Discourse, Social Order, Human Accountability, Universalism.*

تمہید

زیرِ نظر مقالہ قرآنِ کریم اور اناجیلِ اربعہ کے تمثیلی اسلوب کا ایک تقابلی جائزہ پیش کرتا ہے جس کا بنیادی مقصد یہ واضح کرنا ہے کہ دونوں کتبِ سماوی نے کس طرح مثالوں اور استعاروں کے ذریعے مشکل عقلی و روحانی حقائق کو انسانی فہم کے قریب تر کیا ہے۔ تحقیق یہ ثابت کرتی ہے کہ اگرچہ اخلاقی اصلاح، جزا و سزا کا تصور اور عام فہم زبان دونوں کتابوں میں ایک مشترک دعوتی بنیاد فراہم کرتے ہیں، تاہم ان کے دائرۂ کار اور اسلوب میں نمایاں فرق موجود ہے۔ جہاں اناجیل کی تمثیلیں زیادہ تر قصص اور بیانیہ انداز میں فرد کی باطنی پاکیزگی اور روحانی تربیت پر مرکوز ہیں، وہیں قرآن کا تمثیلی اسلوب اپنے اندر تنوع اور جامعیت سمیٹے ہوئے ہے، جو فرد کی اصلاح کے ساتھ ساتھ ایک مربوط معاشرتی، قانونی اور ریاستی نظام (شریعت) کی بنیاد رکھتا ہے۔ یہ مطالعہ اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ قرآن کا تمثیلی انداز ایک مکمل نظامِ حیات کی تشکیل کرتا ہے، جبکہ اناجیل کا زور زیادہ تر انفرادی اخلاقیات اور روحانی نجات پر ہے۔

اناجیل اربعہ اور قرآنی اسالیب میں اسلوبی مماثلتوں کا مطالعہ

اوّل: روزمرہ مشاہدات سے تشبیہات کا استعمال

قرآنِ حکیم اور اناجیلِ اربعہ دونوں نے اپنے تمثیلی اسلوب میں سامعین کی روزمرہ زندگی میں عام اور محسوس اشیاء سے تشبیہات اخذ کی ہیں تاکہ پیچیدہ روحانی اور اخلاقی حقائق کو ہر خاص و عام کی سمجھ میں آسان ہو جائیں۔ قرآن نے عرب کے صحرائی تناظر میں اونٹ، بارش اور پہاڑوں جیسی علامات کو قدرتِ الٰہی کی دلیل بنایا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

أَفَلَا يَنظُرُونَ إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ * وَإِلَى السَّمَاءِ كَيْفَ رُفِعَتْ * وَإِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ * وَإِلَى الْأَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ۔ [1]

"کیا وہ اونٹ کی طرف نہیں دیکھتے کہ وہ کیسے پیدا کیا گیا؟ اور آسمان کی طرف کہ وہ کیسے بلند کیا گیا؟ اور پہاڑوں کی طرف کہ وہ کیسے گاڑ دیے گئے؟ اور زمین کی طرف کہ وہ کیسے بچھائی گئی؟

امام ابن کثیر اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ یہاں اونٹ کو خصوصی طور پر اس لیے منتخب کیا گیا کہ عرب کی زندگی میں اونٹ مرکزی حیثیت رکھتا تھا، یہ ان کی سواری، ان کے مال و اسباب کی باربرداری، ان کے دودھ اور گوشت کا ذریعہ تھا۔[2] اسی طرح اناجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فلسطین کے زرعی معاشرے کی مناسبت سے کسان، بیج، انگور کی بیل اور چرواہے جیسی مثالیں استعمال کیں، تاکہ اخلاقی و روحانی اسباق کو عوامی فہم کے مطابق آسان بنایا جا سکے ۔ [3]

دوم: کردار، مکالمہ اور کہانی کے ذریعے اخلاقی سبق

قرآنِ حکیم اور اناجیل دونوں نے اخلاقی و روحانی حقائق کو انسانی ذہن میں راسخ کرنے کے لیے کردار نگاری، مکالموں اور مختصر کہانیوں کا سہارا لیا ہے۔ اناجیل میں "نیک سامری" اور "کھویا ہوا بیٹا" جیسی تمثیلیں طویل بیانیہ اور جذباتی مکالموں پر مبنی ہیں، جو انسانی ہمدردی اور توبہ کے تصور کو واضح کرتی ہیں۔ قرآنِ مجید میں بھی ایسی مختصر کہانیاں ملتی ہیں جن میں کردار اور مکالمے ہیں، لیکن وہ زیادہ مختصر اور نتیجہ خیز ہیں۔ مثال کے طور پر اصحاب جنت کا واقعہ:

إِنَّا بَلَوْنَاهُمْ كَمَا بَلَوْنَا أَصْحَابَ الْجَنَّةِ إِذْ أَقْسَمُوا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِينَ وَلَا يَسْتَثْنُونَ فَطَافَ عَلَيْهَا طَائِفٌ مِّن رَّبِّكَ وَهُمْ نَائِمُونَ فَأَصْبَحَتْ كَالصَّرِيمِ۔ [4]

بے شک ہم نے انہیں آزمایا جیسا کہ ہم نے باغ والوں کو آزمایا تھا، جب انہوں نے قسم کھائی کہ وہ ضرور صبح سویرے اس کی فصل کاٹیں گے، اور (انہوں نے) استثناء نہیں کیا (یعنی ان شاء اللہ نہیں کہا)، تو آپ کے رب کی طرف سے ایک آفت نے اس پر چکر لگایا اور وہ سو رہے تھے، پس وہ (باغ) کٹی ہوئی (فصل) کی طرح ہو گیا۔

اسی طرح قرآن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے باپ آزر کے درمیان مکالمہ، حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے بیٹے کا مکالمہ جیسی تمثیلیں موجود ہیں مگر ان کا انداز زیادہ مختصر، جامع اور نتیجہ خیز ہے۔ دونوں کتابوں میں یہ قدر مشترک ہے کہ وہ خشک فلسفے کے بجائے زندہ کرداروں کے ذریعے سامع پر گہرا نفسیاتی اثر ڈالتی ہیں، جس سے اخلاقی سبق یاد رکھنا آسان ہو جاتا ہے۔

سوم: فطری مظاہر سے روحانی حقائق کی تشریح

قرآنِ حکیم اور اناجیلِ اربعہ دونوں نے فطری مظاہر اور قدرتی عملوں کے ذریعے روحانی حقائق کی تشریح کی ہے تاکہ ایمان، ہدایت اور کفر جیسے مجرد تصورات کو عام فہم بنایا جا سکے۔ قرآن مجید میں حق کو اس پانی سے تشبیہ دی گئی ہے جو بارش کے بعد

زمین میں ٹھہر کر لوگوں کو نفع دیتا ہے، جبکہ باطل کو اس عارضی جھاگ کی مانند قرار دیا گیا ہے جو سیلاب کے اوپر ابھرتا ہے اور جلد ہی ضائع ہو جاتا ہے۔ یہی مثال دھاتوں کو پگھلانے کے عمل سے بھی دی گئی ہے جہاں کارآمد مادہ باقی رہتا ہے اور کثافت (جھاگ) ختم ہو جاتی ہے۔[5]

اناجیل میں کلامِ الٰہی کو بیج اور انسانی دل کو زمین سے تشبیہ دی گئی ہے۔ پیغامِ حق کا اثر زمین (دل) کی کیفیت پر منحصر ہے۔ جس طرح اچھا بیج صرف زرخیز زمین میں پنپتا ہے، اسی طرح ہدایت صرف ان دلوں میں اثر کرتی ہے جو اسے قبول کرنے کے لیے تیار ہوں۔ دونوں کتب میں روشنی (نور) کو ہدایت اور تاریکی (ظلمات) کو گمراہی کی علامت قرار دیا گیا ہے:

- قرآن: اللہ ایمان والوں کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے۔[6]
- انجیل، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی آمد کو دنیا کے لیے "روشنی" قرار دیا تاکہ لوگ اندھیرے میں نہ رہیں۔

ان عالمگیر فطری مشاہدات (پانی، بیج، روشنی) کا استعمال دونوں الہامی کتب کا وہ مشترک اسلوبی حسن ہے جو گہرے روحانی مسائل کو انسانی مشاہدے کے قریب کر کے عام فہم بنا دیتا ہے۔

چہارم: اخلاقی فضائل کی نشوونما کا تصور

قرآن حکیم اور اناجیل اربعہ دونوں میں تمثیلی اسلوب کا ایک بنیادی مقصد فرد کے باطن میں اخلاقی فضائل کی نشوونما اور انہیں عملی زندگی میں راسخ کرنا ہے۔ دونوں صحیفے محض خارجی اعمال کی نمائش نہیں چاہتے بلکہ انسانی نیت، ارادے اور قلب کی اصلاح کو مرکزی اہمیت دیتے ہیں۔ قرآن نے ریاکار (دکھاوا کرنے والے) کے عمل کو ایک ایسی پتھریلی چٹان سے تشبیہ دی ہے جس پر مٹی کی ہلکی تہہ ہو؛ سخت بارش (آزمائش) اسے بہالے جاتی ہے اور پیچھے بنجر پن رہ جاتا ہے۔ یہ اس بات کی علامت ہے کہ دکھاوے کا عمل مستقل بنیاد نہیں رکھتا۔[7] اناجیل میں "اچھی زمین اور بیج" کی مثال سے واضح کیا گیا ہے کہ کلامِ الٰہی کا فائدہ وہی اٹھاتا ہے جو اسے خلوصِ دل سے سنتا اور سمجھتا ہے، جس کے نتیجے میں عملی زندگی میں "پھل" (نتائج) پیدا ہوتے ہیں۔[8] دونوں صحیفوں کا مرکزی پیغام یہ ہے کہ اخلاقی تربیت کا آغاز انسان کے باطن سے ہوتا ہے۔ جیسا کہ حدیثِ نبوی ﷺ میں بھی واضح ہے کہ "اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے"، یہ تمثیلیں فرد کو دکھاوے کی سطحیت سے نکال کر حقیقی اور پائیدار کردار سازی کی طرف راغب کرتی ہیں۔

پنجم: معاشرتی رحمت اور ہمدردی کی تعلیم

دونوں آسمانی کتابیں اپنے تمثیلی اسلوب میں معاشرتی اخلاقیات، خاص طور پر رحم، ہمدردی، غریب پروری اور ایثار کی تعلیم کو نمایاں مقام دیتی ہیں۔ وہ انسان کو تنہائی میں نہیں بلکہ معاشرے کے ایک فعال اور حساس رکن کے طور پر دیکھتی ہیں۔ ان کی تعلیمات کا مرکز رحم، ہمدردی، غریب پروری اور ایثار ہے۔ قرآن واضح کرتا ہے کہ نیکی صرف ظاہری عبادات یا رخ بدلنے کا نام نہیں، بلکہ حقیقی نیکی یہ ہے کہ انسان اللہ پر ایمان لانے کے ساتھ ساتھ اپنی پسندیدہ دولت کو یتیموں، مسکینوں اور ضرورت مندوں پر خرچ کرے[9]۔ یہ مال کی محبت کے باوجود ایثار نفس کی بہترین تربیت ہے۔ انجیل لوقا کی "نیک سامری" والی کہانی یہ سبق دیتی ہے کہ ہمدردی کسی خاص مذہب یا قوم تک محدود نہیں ہونی چاہیے۔ انسانیت کی خدمت ہر جغرافیائی اور مذہبی حدود سے بالاتر ہو کر کرنی چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس اخلاقی جذبے کو ایمان کی شرط قرار دیا کہ "تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لیے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لیے کرتا ہے۔"[10] دونوں صحیفوں کا مقصد ایک ایسا معاشرہ تشکیل دینا ہے جہاں فرد اپنے ذاتی مفاد سے نکل کر دوسروں کے دکھ درد کو اپنا سمجھے اور عملی طور پر "رحمت و احسان" کا نمونہ بن جائے۔

ششم: برائیوں کے نتائج سے آگاہی اور توبہ کی ترغیب

قرآن و اناجیل دونوں میں تمثیلی اسلوب کا ایک اہم پہلو برے اعمال، گناہوں اور اخلاقی انحطاط کے خطرناک نتائج سے آگاہ کرنا اور ساتھ ہی توبہ و رجوع کے دروازے کھلے رکھنا ہے۔ یہ تمثیلیں نہ صرف ڈراتی ہیں بلکہ امید بھی دلاتی ہیں، جو کہ ایک متوازن اخلاقی تربیت کا حصہ ہے۔ قرآن مجید میں حسد کی تباہ کاریوں کو ایک انتہائی مؤثر تمثیل میں بیان کیا گیا ہے۔ قرآن (سورہ الفلق) اور اقوالِ سلف کے مطابق حسد ایک ایسی آگ ہے جو انسان کے اپنے ایمان اور نیک اعمال کو لکڑی کی طرح جلا کر راکھ کر دیتی ہے۔[11] اسی طرح انجیل میں حضرت یسوع علیہ السلام نے فریسیوں کے ریاکاری اور ظاہر داری کے برے نتائج کے بارے میں کئی تمثیلیں بیان کی ہیں، جن میں سے ایک "حکیم اور بیوقوف بانی" کی تمثیل ہے۔

قرآن یہ خوشخبری دیتا ہے کہ سچی توبہ گناہوں کو مٹانے کے ساتھ ساتھ انہیں نیکیوں میں بدل دیتی ہے۔ یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے بنجر زمین بارش کے بعد سرسبز ہو جائے۔[12]۔ انجیل میں گمشدہ بیٹے کی کہانی بیان کرتی ہے کہ خدا اپنے گناہگار بندے کی واپسی پر کتنا خوش ہوتا ہے۔ یہ تمثیل بتاتی ہے کہ معافی کا دروازہ کبھی بند نہیں ہوتا۔ دونوں صحیفوں کا مشترکہ پیغام یہ ہے کہ اخلاقی زوال انسان کو تباہی کی طرف لے جاتا ہے، لیکن سچی توبہ اور مخلصانہ عمل انسان کو ایک نئی روحانی زندگی عطا کرتے ہیں۔ توبہ کرنے والا ایسا ہی ہے جیسے اس نے کبھی گناہ کیا ہی نہ ہو، اور یہی امید انسان کو مایوسی سے نکال کر مسلسل بہتری کی طرف مائل رکھتی ہے۔

ہفتم: زرخیز زمین اور بنجر زمین کی تمثیل: اعمال کی قبولیت اور ردِّ عمل

قرآن مجید اور اناجیل اربعہ دونوں میں انسانی اعمال اور ان کے نتائج کو واضح کرنے کے لیے زمین اور زرخیزی کی مثالیں دی گئی ہیں۔ قرآن میں ایمان اور عملِ صالح کو زرخیز زمین سے، جبکہ کفر و نفاق کو بنجر یا پتھریلی زمین سے تشبیہ دی گئی ہے۔ جس طرح جڑ سے اکھڑے ہوئے "برے درخت" (کلمہ خبیثہ) کا کوئی ثبات نہیں، اسی طرح کفر کی کوئی حقیقی بنیاد نہیں ہوتی۔[13] انجیلِ متی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی "بیج بونے والے کی تمثیل" بیان ہوئی ہے۔ یہاں کلامِ الٰہی (بیج) صرف اسی صورت میں بارآور ہوتا ہے جب "دل کی زمین" اسے قبول کرنے کے لیے تیار اور اچھی ہو۔

دونوں کتابوں کا مرکزی پیغام یہ ہے کہ عمل کا نتیجہ (پھل) انسان کے دل کی کیفیت اور خلوص پر منحصر ہے۔ اگر بنیاد نفاق یا غفلت پر ہو تو ظاہری عمل بے ثمر رہتا ہے۔ حدیثِ نبوی ﷺ کے مطابق، عمل کے بغیر علم اس سبزے کی مانند ہے جو قحط کے بعد مٹ جائے۔[14] یعنی خلوص اور استقامت کے بغیر کوئی بھی عمل قیامت کے دن نفع بخش نہیں ہوگا۔

ہشتم: روشنی اور تاریکی کی تمثیل: ہدایت اور گمراہی کا فرق

جزا و سزا کے تصور کو واضح کرنے کے لیے قرآن اور اناجیل دونوں میں روشنی (نور) اور تاریکی (ظلمات) کی طاقتور تمثیلیں استعمال ہوئی ہیں۔ قرآن مجید میں ایمان اور ہدایت کو روشنی سے تعبیر کیا گیا ہے جو انسان کو تاریکیوں سے نکال کر صراط مستقیم پر لے آتی ہے، جبکہ کفر و معصیت کو گہری تاریکیوں سے تشبیہ دی گئی ہے جو انسان کو گمراہی کے بحرِ بیکراں میں ڈبو دیتی ہیں۔ قرآن نیکی اور ایمان کو ایک ایسے مضبوط درخت سے تشبیہ دیتا ہے جس کی جڑیں گہری اور شاخیں آسمان تک ہوں، جبکہ کفر (کلمہ خبیثہ) کو ایسے اکھڑے ہوئے درخت سے تشبیہ دیتا ہے جس کی کوئی بنیاد نہیں ہوتی۔ یہ اس بات کی علامت ہے کہ کفر و نفاق پائیدار نہیں اور ان کا انجام مٹ جانا ہے۔[15] انجیلِ متی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے واضح کیا کہ کلامِ الٰہی ایک بیج کی مانند ہے، مگر اس کا پھل لانا زمین (انسانی دل) پر منحصر

ہے۔ پتھریلی یا کانٹے دار زمین (سخت یا غافل دل) میں بیج ضائع ہو جاتا ہے، جبکہ اچھی زمین (مومن کا دل) میں وہ کئی گنا پھل لاتا ہے۔

دونوں صحیفے بتاتے ہیں کہ اجر کی مقدار خلوص اور محنت کے لحاظ سے مختلف ہو سکتی ہے (جیسے سو گنا یا ساٹھ گنا)۔ اگر بنیاد (عقیدہ) درست نہ ہو تو عمل کی ظاہری شکل بے معنی رہتی ہے۔ حدیثِ مبارکہ کے مطابق وہ علم جس پر عمل نہ ہو، اس سبزے کی طرح ہے جو بارش سے اگ تو آتا ہے لیکن قحط (آزمائش) پڑتے ہی ختم ہو جاتا ہے۔ ایسا علم قیامت کے دن انسان کے کسی کام نہیں آئے گا۔[16] ان تمثیلوں کا لبِ لباب یہ ہے کہ نیکی کا بیج صرف اسی صورت میں بارآور ہوتا ہے جب دل کی زمین کفر، نفاق اور غفلت سے پاک ہو۔ صرف ظاہری اعمال کافی نہیں، بلکہ ان کی جڑیں خلوص اور سچے ایمان میں پیوست ہونی چاہئیں۔

اسلوبی اور فکری اختلافات کا تحقیقی تجزیہ

اوّل: موضوعات اور مخاطبین کی جامعیت کا تنوع

قرآنِ حکیم کا تمثیلی اسلوب اپنی موضوعاتی جامعیت اور مخاطبین کی وسعت میں اناجیلِ اربعہ سے ممتاز و منفرد ہے۔ قرآن کی مثالیں محض اخلاقی تعلیمات یا بادشاہِیِ خداوندی تک محدود نہیں، بلکہ وہ توحید، رسالت، آخرت، احکام، اخلاق، تاریخ، کائنات، نفسیات، سماجیات، معاشیات اور سیاسیات جیسے ہر شعبۂ حیات کے حقائق کو محیط ہیں۔ ایک ہی صفحے میں آپ کو عقیدۂ توحید کی مثال، معاشی انصاف کی تمثیل، نفسیاتی حالت کی تشبیہ اور تاریخی عبرت کا قصہ یکجا مل جاتا ہے۔ یہ تحریر قرآنِ مجید کے تمثیلی اسلوب کو اناجیلِ اربعہ کے مقابلے میں زیادہ جامع، ہمہ گیر اور عالمگیر ثابت کرتی ہے۔ قرآن میں مکھی کی مثال کے ذریعے غیر اللہ کی عبادت کی بے بسی کو جس طرح واضح کیا گیا ہے۔[17] وہ توحید کے اثبات کی ایک قوی منطقی دلیل ہے۔ قرآن کا ہر طبقے سے خطاب ہے۔ مثال کے طور پر "يَا أَيُّهَا النَّاسُ، يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا، يَا أَيُّهَا الَّذِينَ كَفَرُوا، يَا أَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ، يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ" ہر ایک کے لیے الگ اسلوب، الگ مثالیں۔ اناجیل کی تمثیلیں زیادہ تر فلسطین کے زرعی معاشرے اور مخصوص اخلاقی موضوعات تک محدود ہیں، جبکہ قرآن کا اسلوب اس کے عالمگیر اور آخری پیغام ہونے کی وجہ سے زیادہ وسیع اور ہمہ جہت ہے۔ قرآنِ مجید کا تمثیلی اسلوب اپنی گہرائی اور گیرائی میں بے مثال ہے، جو ہر زمانے اور ہر شعبہ فکر کے انسان کے لیے ہدایت اور بصیرت کے دروازے کھولتا ہے۔

دوم: اسلوبی تنوع اور بیان کی قوت کا کمال

قرآنِ حکیم کے تمثیلی اسلوب میں بیان کی قوت اور اسلوبی تنوع ایک ایسا کمال ہے جو اناجیل میں اس وسعت کے ساتھ نہیں پایا جاتا۔ قرآن کی تمثیلیں کبھی ایک لفظ میں سمٹ آتی ہیں، کبھی ایک آیت میں پوری ہو جاتی ہیں، کبھی چند آیات پر محیط ہوتی ہیں، تو کبھی پورے واقعے کی شکل اختیار کر لیتی ہیں۔ ان میں تشبیہ، استعارہ، کنایہ، مجاز، تمثیل، قصص، حکایت، سوال و جواب، خطاب، تغیر، تاکید، اعتراض ورد، ہر اسلوب موجود ہے۔

قرآن کی بعض تمثیلیں نہایت گہری اور پیچیدہ ہیں، جیسے "آیتِ نور"[18]۔ امام زمخشری کے مطابق اس ایک آیت میں سات تشبیہات (مشکات، مصباح، زجاجہ وغیرہ) ایک دوسرے میں پیوست ہیں جو مل کر "ہدایتِ الٰہی" کے نظام کو واضح کرتی ہیں۔[19]

قرآن میں تمثیلات کبھی سیدھی ہیں، کبھی الٹی ہیں، کبھی سوالیہ انداز میں، کبھی تعجبیہ لہجے میں۔ ارشاد: "أَيْنَمَا تَكُونُوا يُدْرِككُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنتُمْ فِي بُرُوجٍ مُّشَيَّدَةٍ"[20] یہاں "بروج مشیدہ" (بلند محافظ قلعے) کی مثال دے کر موت کی حتمیت کو واضح کیا گیا۔ پھر ارشاد: "مَن كَانَ يُرِيدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهُ فِيهَا مَا نَشَاءُ لِمَن نُّرِيدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهُ جَهَنَّمَ يَصْلَاهَا مَذْمُومًا مَّدْحُورًا * وَمَنْ

أَرَادَ الْآخِرَةَ وَسَعَىٰ لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ كَانَ سَعْيُهُم مَّشْكُورًا"[21] یہاں دو متضاد صورتحال کی تمثیل۔ اناجیل کی تمثیلیں زیادہ تر سادہ، خطابیہ اور کہانی کی شکل میں ہیں۔ ان میں اتنا اسلوبی تنوع، لفظی economy اور بیان کی conciseness نہیں ملتی۔ قرآن کا ہر لفظ موتی کی طرح چمکتا ہے اور ہر مثال ایک کائنات سمیٹے ہوئے ہے۔

سوم: زمان و مکان سے بالاتر عالمگیر تمثیلات کا نظام

قرآنِ حکیم کی تمثیلات کا سب سے بڑا امتیاز یہ ہے کہ وہ کسی خاص زمان، مکان، ثقافت یا معاشرے تک محدود نہیں، بلکہ ان کی حقیقت ہر دور، ہر خطے اور ہر ثقافت کے لیے یکساں قابل فہم اور قابل تطبیق ہے۔ اناجیلِ اربعہ کی تمثیلات زیادہ تر فلسطین کے مخصوص زرعی پس منظر، پیشوں اور ثقافت (مثلاً سرسوں کا دانہ، انگور کی بیل، چرواہا) کے گرد گھومتی ہیں۔ اگرچہ قرآن میں عرب کے مخصوص ماحول (جیسے اونٹ) کی مثالیں موجود ہیں، لیکن اس کا بڑا حصہ پانی، ہوا اور روشنی جیسے کائناتی عناصر پر مشتمل ہے جو کبھی قدیم نہیں ہوتے۔[22] قرآن صرف مادی اشیاء ہی نہیں بلکہ انسانی جبلتوں اور جذبات (جیسے مال و اولاد کی محبت) کو بھی بطور تمثیل استعمال کرتا ہے۔[23] یہ انسانی فطرت کے وہ پہلو ہیں جو ہر دور اور ہر تہذیب کے انسان میں مشترک ہیں۔ قرآنِ حکیم کی تمثیلات اپنی فطری اور نفسیاتی بنیادوں کی وجہ سے دائمی اثر رکھتی ہیں۔ یہ کائناتی سچائیوں کو انسانی فہم کے قریب لاتی ہیں، جس کی وجہ سے ان کی معنویت ہر زمانے اور ہر خطے کے لیے یکساں برقرار رہتی ہے۔

چہارم: اناجیل میں تمثیل کا بیانیہ انداز

اناجیل کا اسلوب قصہ گوئی پر مبنی ہے، جہاں روزمرہ دیہاتی اور زرعی زندگی کے کرداروں (جیسے بیج بونے والا، چرواہا) کے ذریعے ایک مکمل کہانی بُنی جاتی ہے جس کا ایک منطقی انجام اور اخلاقی سبق ہوتا ہے۔ یہ سادہ لوح سامعین کے لیے نہایت مؤثر ہے۔ قرآن طویل کہانی کے بجائے "ایجاز و بلاغت" (مختصر مگر جامع بات) سے کام لیتا ہے۔ مثلاً دنیا کی فانی حقیقت کو صرف ایک منظر (بارش کے بعد اگنے والی اور پھر سوکھ کر اڑنے والی نباتات) کے ذریعے عقل کے سامنے پیش کر دیتا ہے۔[24] امام رازی نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ: قرآنی تمثیلات میں کثرتِ تفصیل کے بجائے ایجاز و بلاغت ہوتی ہے جو عقل کو براہ راست مخاطب کرتی ہے۔[25]

اناجیل کی تمثیلیں (جیسے "نیک سامری") زیادہ تر جذباتی اور اخلاقی موضوعات جیسے رحم، معافی اور پڑوسی کے حقوق کے گرد گھومتی ہیں اور سامع کو عمل پر آمادہ کرتی ہیں۔ قرآنی تمثیلیں اکثر "تبلیغی اور تنبیہی" ہوتی ہیں۔ ان کا مقصد عقیدہ، توحید اور شرک کی حقیقت کو بے نقاب کرنا ہوتا ہے، جیسے اللہ کے سوا دوسروں کو پکارنے والوں کو "کمزور ترین گھر" (مکڑی کے جالے) سے تشبیہ دینا۔[26] اناجیل تمثیلیں اکثر "علامتی" ہوتی ہیں جن کی گتھیاں سلجھانے کے لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا حواریوں کی تفسیر کی ضرورت پڑتی ہے (مثلاً گندم اور جنگلی پودوں کی علامتی کہانی)۔ اس کا مقصد شاید مخصوص لوگوں تک راز پہنچانا تھا۔ قرآن کا اسلوب واضح اور براہِ راست ہے۔ یہاں علامتی گنجلک نہیں ہوتی بلکہ حقیقت فوراً دل و دماغ پر نقش ہو جاتی ہے (مثلاً مال و اولاد کو فتنہ یا آزمائش قرار دینا)۔[27] اناجیل کا اسلوب سامعین کو کہانی کے ذریعے ایک روحانی سفر پر لے جا کر نتیجے تک پہنچاتا ہے، جبکہ قرآن اپنی فصاحت اور عقلی دلائل کے ذریعے براہِ راست حقیقت کی طرف اشارہ کرتا ہے، جو اس کے عالمگیر اور آخری پیغام ہونے کا تقاضا ہے۔

پنجم: لغوی ساخت اور بلاغتی کمال کا فرق

قرآن حکیم کا تمثیلی اسلوب اپنی لغوی ساخت، لفظی انتخابات اور بلاغتی کمال کے اعتبار سے منفرد اور معجزاتی حیثیت رکھتا

ہے، جبکہ اناجیل اربعہ میں موجود تمثیلات تاریخی روایات اور انجیلی مصنفین کے بیانی انداز میں بیان ہوئی ہیں۔ قرآن مجید کی ہر تمثیل محض ایک قصہ یا تشبیہ نہیں بلکہ لفظوں کا ایک ایسا مرصع نظام ہے جس میں ہر لفظ اپنے مقام پر اٹل ہے، تغیر و تبدل کے قابل نہیں، اور اس میں سجع، ترصیع، طباق، استعارہ، کنایہ وغیرہ بلاغی محاسن کی بھرمار ہے۔ سورہ ابراہیم کی آیت (کافر کے اعمال کی مثال راکھ جیسی) میں الفاظ کی صوتی اور معنوی ہم آہنگی ایک مکمل منظر کشی کرتی ہے جو انسانی کلام سے بلند تر ہے۔[28] امام زمخشری اور امام باقلانی کے مطابق قرآن میں سجع، استعارہ اور کلام کی ایسی پختگی ہے جو فصحاء و بلغاء کے لیے چیلنج ہے۔ "راکھ" کا انتخاب اس کی بے وزنی اور بے قیمتی کو ظاہر کرتا ہے، جو کافر کے عمل کی حقیقی تصویر ہے۔[29]

اناجیل کی تمثیلات (جیسے راستے کے کنارے گرا ہوا بیج) ایک سادہ، تشریحی اور واقعاتی انداز رکھتی ہیں۔ ان کا مقصد لسانی اعجاز یا صوتی اثر انگیزی پیدا کرنا نہیں بلکہ کلیسیائی اور عقیدتی تعلیمات کو عام فہم انداز میں سامعین تک پہنچانا ہے۔ قرآن کی تمثیلات میں ایک عالمگیر جامعیت ہے جو ہر دور کے قاری کو متاثر کرتی ہے، جبکہ اناجیل کی مثالیں زیادہ تر مسیحی تبلیغ کے مخصوص تاریخی تناظر سے جڑی ہوئی ہیں۔ قرآن کی تمثیلات کا ڈھانچہ ایک الہامی اور معجزاتی نشان ہے جو اپنی بلاغت میں بے مثال ہے۔ جبکہ اناجیل کی تمثیلات ایک تاریخی و تعلیمی بیان ہیں جن کا محور صرف اخلاقی و مذہبی پیغام رسانی ہے۔

ششم: خطاب کے مرکز اور ہدف کے درمیان فرق

قرآن حکیم کی تمثیلات کا خطاب براہ راست اور عالمگیر ہے، جو تمام انسانوں اور جنوں کو مخاطب کرتا ہے، اور اس میں کوئی تاریخی یا جغرافیائی حد بندی نہیں ہوتی، جبکہ اناجیل اربعہ میں بیان کردہ تمثیلات کا خطاب اولاً بنی اسرائیل یا پھر خاص طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سامعین یعنی شاگردوں اور عام لوگوں سے ہوتا ہے، جن کا سیاق ایک خاص تاریخی دور اور مخصوص معاشرتی تناظر سے جڑا ہوا ہے۔ قرآن مجید کا خطاب ہمیشہ "يَا أَيُّهَا النَّاسُ" یا "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا" جیسے عمومی الفاظ سے شروع ہوتے ہے، اور تمثیلات بھی اسی عالمگیریت کا حصہ ہیں۔ اس کی تمثیلات (مثلاً مکھی کی مثال کے ذریعے شرک کا رد[30]) جغرافیائی یا لسانی حدود میں قید نہیں بلکہ ہر عقل رکھنے والے کے لیے ایک دائمی حقیقت پیش کرتی ہیں۔ امام شوکانی اور امام رازی کے مطابق قرآن کی تمثیلات توحید، آخرت اور اخلاق جیسے ان ابدی حقائق پر مبنی ہیں جو قیامت تک آنے والی نسلوں کے لیے یکساں طور پر رہنمائی کا ذریعہ ہیں۔ مکھی جیسی حقیر مخلوق کی مثال معبودانِ باطلہ کی انتہائی بے بسی کو ہر زمانے کے انسان پر واضح کر دیتی ہے۔[31] اس کے برعکس اناجیل کی تمثیلات کا بنیادی مخاطب بنی اسرائیل، فریسی، علمائے یہود یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مخصوص شاگرد ہیں۔ ان کا سیاق و سباق ایک خاص تاریخی دور اور اس وقت کے معاشرتی مسائل (جیسے دولت پر یہود کا فخر) سے جڑا ہوا ہے۔ قرآن کا مرکز عالمگیر توحید اور انسانیت کی کلی اصلاح ہے، جبکہ اناجیل کی تمثیلات زیادہ تر "بادشاہتِ خداوندی" کے قیام، توبہ اور اس وقت کے مخصوص گروہوں کی اصلاح کے گرد گھومتی ہیں۔ قرآنِ مجید کی تمثیلات اپنی جامعیت اور غیر متغیر نوعیت کی وجہ سے ایک عالمگیر معجزہ ہیں، جبکہ اناجیل کی تمثیلات بنیادی طور پر ایک خاص قوم اور زمانے کی اصلاح کے لیے مخصوص بیانیہ رکھتی ہیں۔

ہفتم: تمثیل کے موضوعاتی دائرہ کار میں وسعت اور تنوع کا فرق

قرآن مجید میں تمثیلی اسلوب کا دائرہ استعمال انتہائی وسیع، متنوع اور ہمہ گیر ہے جس میں توحید، نبوت، آخرت، اخلاقیات، معاشرتی قوانین، تاریخی عبرتیں اور فطری مظاہر سب شامل ہیں، جبکہ اناجیل اربعہ میں تمثیلوں کا محور بنیادی طور پر اخلاقی تعلیمات، رحمتِ الٰہی، نجات اور بادشاہتِ خداوندی کی بشارت تک مرتکز ہے۔ قرآن کی تمثیلیں کسی ایک پہلو پر محدود نہیں بلکہ وہ انسان کے

فکری، عملی، فردی اور اجتماعی تمام گوشوں کو محیط ہیں۔ مثال کے طور پر قرآن نے توحید کی وضاحت کے لیے مختلف تمثیلیں پیش کی ہیں، جیسے ایک مالک کے تحت غلاموں کی تمثیل، روشنی اور چراغ کی تمثیل، اور آسمان و زمین کی تخلیق کی عظمت کی تمثیلیں۔[32] امام طبری کے مطابق قرآنی تمثیلیں انسان کو ایک مکمل ضابطہ حیات فراہم کرتی ہیں جس میں عقیدہ، عبادت اور معاملات سب شامل ہیں۔[33] یہ فرد کے ساتھ ساتھ پورے معاشرے کی اصلاح کا فریم ورک پیش کرتی ہیں۔ اناجیل کی تمثیلیں (جیسے گمشدہ بھیڑ یا نیک سامری) بنیادی طور پر فرد کی داخلی حالت، توبہ، عاجزی، بخشش اور "بادشاہتِ خداوندی" کی بشارت پر مرکوز ہیں۔ ان کا مقصد بنیادی طور پر قلبی کیفیات کی تربیت اور خدا سے ذاتی تعلق کو استوار کرنا ہے۔

قرآن کی تمثیلیں اکثر کائناتی مظاہر اور تاریخِ انسانی کے واقعات سے جڑی ہوتی ہیں، جو انہیں زیادہ بااثر اور عالمگیر بناتی ہیں۔ جیسا کہ حدیثِ نبوی ﷺ (قرآن کا سات حروف پر نزول) سے ثابت ہے کہ اس کا اسلوب ہر دور کے فہم اور تقاضوں کے لیے کافی و شافی ہے۔[34] اناجیل کی تمثیلیں زیادہ تر فرد کی روحانی اصلاح تک محدود ہیں، جبکہ قرآنِ مجید کا تمثیلی اسلوب فکری اور عملی زندگی کے تمام شعبوں کو محیط ایک جامع اور معجزاتی نظام ہے۔

ہشتم: تمثیل میں بیانیہ جامعیت اور علامتی اختصار

قرآن مجید کی تمثیلیں اکثر مختصر، جامع اور علامتی ہوتی ہیں جو ایک وسیع مفہوم کو چند الفاظ میں سمولیتی ہیں، جبکہ اناجیل کی تمثیلیں زیادہ تر مکمل قصوں یا واقعات کی شکل میں ہوتی ہیں جن میں کردار، مکالمے اور واقعاتی تسلسل ہوتا ہے۔ قرآن کی تمثیلیں نہایت مختصر مگر معنوی لحاظ سے انتہائی گہری اور پرت دار ہوتی ہیں۔ مثلاً مشرکین کے سہارے کو "مکڑی کے جالے " سے تشبیہ دینا ایک ایسا جملہ ہے جو اپنے اندر کمزوری، بے ثباتی اور فریبِ نظر کے کئی علمی و فکری ابعاد سموئے ہوئے ہے۔[35] امام ابن کثیر کے مطابق یہ مختصر مثال باطل معبودوں کی پوری حقیقت آشکار کر دیتی ہے۔[36] اناجیل کی تمثیلیں (مثلاً "عقلمند اور بیوقوف کنواریاں") مکمل قصوں کی شکل میں ہیں جن میں کردار، مکالمے اور واقعاتی تسلسل پایا جاتا ہے۔ یہ ایک مخصوص اخلاقی سبق دینے کے لیے پورا منظر نامہ (Scenario) تخلیق کرتی ہیں۔

قرآن ایک آخری اور کامل شریعت ہے، اس لیے اس کی تمثیلیں عالمگیر اور کثیر المعنی (Multi-layered) ہیں تاکہ ہر دور کے لیے رہنمائی فراہم کر سکیں۔ اس کے برعکس اناجیل ایک خاص تاریخی دور اور قوم کی اصلاح کے لیے تھیں، لہٰذا ان کی تمثیلیں زیادہ تر مقامی حالات کے مطابق براہِ راست سبق آموز ہیں۔ حدیثِ نبوی ﷺ "پہنچا دو میری طرف سے اگرچہ ایک آیت ہو"[37] میں قرآن کے ایک ایک حرف کی اہمیت اور اس کی جامعیت کی طرف اشارہ ہے، جو قرآن کی تمثیلوں کے اسلوب پر بھی صادق آتا ہے کہ وہ مختصر ہونے کے باوجود پوری امت کے لیے رہنمائی کا سامان رکھتی ہیں۔

محورِ ہدایت اور مقاصدِ ارشاد کا تقابلی مطالعہ

اوّل: فرد کی باطنی اصلاح اور قلبی تزکیہ کی رہنمائی

قرآنِ حکیم کے نزدیک ایک صالح معاشرے کی تشکیل کے لیے فرد کی باطنی اصلاح اور تزکیہِ نفس ناگزیر ہے۔ قرآن نے فرد کی انفرادی ذمہ داریوں، نیتوں اور خیالات کی درستگی پر زور دیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ۔[38]

بے شک اللہ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اپنے آپ کو نہ بدل لیں۔

قیامِ لیل اور ذکرِ الٰہی کے ذریعے دل کا سکون اور اللہ سے تعلق مضبوط کرنا۔[39] غرور، تکبر، حسد اور بخل جیسی باطنی بیماریوں کی نفی اور صبر، شکر و توکل جیسی صفات کی آبیاری۔[40] یہ شعور بیدار کرنا کہ اللہ ہر وقت دیکھ رہا ہے، تاکہ انسان تنہائی میں بھی گناہ سے بچ سکے۔ قرآن فرد کی باطنی تعمیر کو وہ بنیاد قرار دیتا ہے جس پر پورے معاشرے کی اخلاقی اور تمدنی عمارت کھڑی ہوتی ہے۔

دوم: خاندانی نظام اور سماجی تعلقات کی ہمہ گیر رہنمائی

قرآنِ حکیم نے فرد کی انفرادی اصلاح کے بعد خاندانی نظام اور سماجی تعلقات کی تعمیر و تنظیم پر بھرپور توجہ دی ہے، کیونکہ خاندان معاشرے کی بنیادی اکائی ہے۔ قرآن نے ازدواجی زندگی، والدین کے حقوق، اولاد کی تربیت، رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ سلوک، پڑوسیوں کے حقوق، یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ معاملات، غلاموں اور زیر دستوں کے حقوق جیسے تمام پہلوؤں پر تفصیلی رہنمائی فراہم کی ہے۔ قرآنی تعلیمات کا محور ایک ایسے معاشرے کی تشکیل ہے جو امن، عدل اور باہمی تعاون پر مبنی ہو۔ تمام انسانوں کی اصل ایک ہے (حضرت آدم و حوا علیہ السلام)، جس سے عالمی اخوت اور برابری کا درس ملتا ہے۔[41] ازدواجی زندگی کی بنیاد محبت اور رحمت پر رکھی گئی ہے۔[42] جبکہ والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کو عبادت کے بعد سب سے اہم درجہ دیا گیا ہے۔[43]

قرآن نے قرابت داروں، یتیموں، مسکینوں، پڑوسیوں، مسافروں اور ماتحتوں کے حقوق کی تفصیلی وضاحت کی ہے تاکہ کوئی طبقہ محروم نہ رہے۔ معاشرتی نظم و ضبط کے لیے عدل (انصاف)، احسان (بھلائی) اور برائیوں (فحش و منکر) سے روکنے کا حکم دیا گیا ہے۔ عورتوں، بچوں، معذوروں اور حتیٰ کہ جانوروں کے حقوق کی پاسداری کو بھی انسانیت کا لازمی حصہ قرار دیا گیا ہے۔ قرآن کا سماجی ڈھانچہ محض ضابطوں کا مجموعہ نہیں بلکہ یہ ہمدردی اور انصاف کے ذریعے ایک مثالی انسانی بستی تعمیر کرنے کا منصوبہ ہے۔

سوم: ریاستی نظام اور اجتماعی زندگی کی جامع رہنمائی

قرآنِ حکیم کی ہدایت محض انفرادی یا خاندانی زندگی تک محدود نہیں بلکہ یہ ریاست، معیشت اور بین الاقوامی تعلقات سمیت تمام اجتماعی شعبوں کے لیے ایک مکمل نظام فراہم کرتی ہے۔ قرآن اقتدار کو ایک امانت قرار دیتا ہے اور حکمرانی کی بنیاد عدل و انصاف اور شورائیت (باہمی مشاورت) پر رکھتا ہے۔[44] معیشت میں استحصال اور سود (ربا) کی سختی سے ممانعت کی گئی ہے۔[45] جبکہ زکوٰۃ اور صدقات کے ذریعے دولت کی منصفانہ گردش کو یقینی بنایا گیا ہے۔[46]

ہر حال میں عدل کے قیام کا حکم دیا گیا ہے، جہاں قاضی پر انصاف کی فراہمی کو ایک بڑی ذمہ داری (امانت) کے طور پر عائد کیا گیا ہے۔ قرآن نے جنگ کے دوران بھی اخلاقی حدود کی پاسداری، زیادتی سے گریز اور صلح کی طرف مائل ہونے والے دشمن کے ساتھ امن کو ترجیح دینے کا حکم دیا ہے۔[47] یہ نظام فرد کی آزادی اور اجتماعی مفاد، نیز مادی ضروریات اور روحانی تقاضوں کے مابین ایک بہترین توازن قائم کرتا ہے۔ امام ماوردی کے بقول قرآن کے وضع کردہ ریاستی اصول عالمگیر اور ہر دور کے لیے مشعلِ راہ ہیں۔[48] یہ ایک ایسا ہمہ گیر دین ہے جو انسانی زندگی کے ہر گوشے کا احاطہ کرتا ہے۔

چہارم: اناجیل میں فرد کی اخلاقی تربیت

اناجیل اربعہ میں ہدایت کا دائرۂ کار زیادہ تر انفرادی اخلاقی تربیت اور باطنی نفسیات کی اصلاح پر مرکوز نظر آتا ہے، جس کا بنیادی ہدف انسان کے داخلی رویوں، نیتوں اور شخصی اخلاقیات کو درست کرنا ہے۔ "خطبہ علی الجبل"[49] کی مثال سے واضح ہوتا ہے کہ یہاں ظاہری عمل سے زیادہ نیت اور پوشیدہ جذبات (مثلاً غصہ اور بد نظری) کی پاکیزگی پر زور دیا گیا ہے۔ قرآن فرد کی باطنی اصلاح

کے ساتھ ساتھ اجتماعی ضابطے (مثلاً قانونِ قصاص [50]) بھی دیتا ہے۔ یہ باطنی نیت اور ظاہری عمل (قانونی نفاذ) دونوں کو یکجا کرتا ہے۔ اناجیل کے یہاں عاجزی اور قناعت کا مقصد فرد کا روحانی تزکیہ اور مادی دنیا سے بے نیازی ہے تاکہ وہ شخصی نجات حاصل کر سکے۔ قرآن میں اخلاقیات (مثلاً معافی) کو اجتماعی نظام (مثلاً عدل و انصاف) کے ساتھ مربوط کیا گیا ہے۔ قرآن میں معافی کی تلقین ہے لیکن اس کے ساتھ ہی عدل کا حکم بھی ہے:

وَأَن تَعْفُوا أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ ۚ وَلَا تَنسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ۔ [51]

اور معاف کر دینا تقویٰ کے زیادہ قریب ہے، اور آپس کے احسان کو نہ بھولو۔

امام غزالی کے بقول، قرآنی اخلاقیات کا مقصد محض روحانی تسکین نہیں بلکہ ایک صالح معاشرے کی تعمیر ہے جہاں عدل و احسان کا دور دورہ ہو۔ [52] اناجیل میں تربیت کا اسلوب زیادہ تر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے عملی نمونوں (مثلاً شاگردوں کے پاؤں دھونا) اور تمثیلات کے ذریعے فرد کے جذبہ خدمت کو بیدار کرنا ہے۔ قرآن میں نبی کریم ﷺ کا اسوۂ حسنہ ایک بہترین نمونہ ہے۔ [53] لیکن اس کے ساتھ ساتھ واضح قوانین (وراثت، تجارت، حدود وغیرہ) بھی موجود ہیں۔ یہ فرد کی تربیت کو ایک وسیع سماجی اور ریاستی نظام میں پرو دیتا ہے۔ اناجیل میں ہدایت کا دائرہ زیادہ تر روحانی اور شخصی ہے جس کا ہدف فرد کا خدا کے ساتھ ذاتی تعلق ہے۔ اس کے برعکس، قرآنِ مجید کی ہدایت جامع اور ہمہ گیر ہے، جو فرد کی انفرادی زندگی سے لے کر بین الاقوامی سطح تک کے تمام معاملات کو محیط ہے، تاکہ دنیا اور آخرت دونوں کی کامیابی یقینی بنائی جا سکے۔

پنجم: عدل و انصاف کی بنیاد پر اجتماعی نظام

قرآن حکیم اجتماعی نظام کے قیام کے لیے عدل و انصاف کو بنیادی ستون قرار دیتا ہے، یہ عدل محض عدالتی نظام تک محدود نہیں بلکہ معاشی، سیاسی، سماجی اور خاندانی ہر سطح پر نافذ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے صراحت کے ساتھ عدل کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ۔ [54]

بے شک اللہ عدل اور احسان کرنے اور قرابت داروں کو دینے کا حکم دیتا ہے، اور بے حیائی، برے کاموں اور سرکشی سے روکتا ہے، وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم نصیحت قبول کرو۔

امام رازی کے بقول، یہی اجتماعی سلامتی کی کنجی ہے۔ [55] انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ انسان حق کی گواہی دے، خواہ وہ اس کے اپنے نفس، والدین یا قریبی رشتہ داروں کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ مفاد پرستی اور خواہشِ نفس کو عدل کی راہ میں رکاوٹ نہیں بننا چاہیے۔ [56] مومن کی صفت یہ ہے کہ وہ ہر حال میں انصاف کے قیام کے لیے ڈٹ جانے والا ہو۔ قرابت داری یا کسی کا امیر و غریب ہونا اسے حق سے نہ ہٹائے۔ احادیثِ مبارکہ میں انصاف کرنے والے حکمرانوں اور ذمہ داروں کے لیے "نور کے منبروں" کی خوشخبری دی گئی ہے جو ان کی عظیم سماجی اہمیت کو ظاہر کرتی ہے۔ [57] قرآنی معاشرے کی بقا اور خوبی یہ ہے کہ وہاں ہر فرد کو اس کا حق بلا خوف و رعایت ملتا ہے، اور یہی عدل و انصاف اس پورے نظام کو استحکام بخشتا ہے۔

ششم: معاشی توازن اور زکوٰۃ و صدقات کا نظام

قرآنِ حکیم ایک مستحکم اجتماعی نظام کے لیے معاشی عدل کو لازمی قرار دیتا ہے اور دولت کے چند ہاتھوں میں ارتکاز کو روکنے کے لیے زکوٰۃ و صدقات کا ایک منظم مالیاتی ڈھانچہ پیش کرتا ہے۔ قرآن کے مطابق زکوٰۃ کا مقصد محض مالی امداد نہیں بلکہ

صاحبِ مال کے نفس کی پاکیزگی، مال میں برکت اور پورے معاشرے کے لیے قلبی اطمینان و برکت کا حصول ہے۔[58] قرآن نے زکوٰۃ کے لیے آٹھ مخصوص طبقات (مصارفِ زکوٰۃ) مقرر کیے ہیں، جن میں فقراء، مساکین، مقروض اور مسافر شامل ہیں۔[59] امام شوکانی کے بقول اس تقسیم میں سماجی کفالت کے ساتھ ساتھ ریاستی اور دینی مصلحتوں کو بھی ملحوظ رکھا گیا ہے۔[60]

یتیم کے مال سے متعلق نبویؐ ہدایت یہ واضح کرتی ہے کہ اسلام مال کو منجمد رکھنے کے بجائے اسے تجارت اور گردش میں لانے کی حوصلہ افزائی کرتا ہے تاکہ کمزور طبقات معاشی طور پر خود کفیل ہو سکیں۔

من ولي يتيماً له مال فليتجر له ولا يتركه حتى تأكله الصدقة۔[61]

جس شخص کی کفالت میں کوئی یتیم ہو جس کے پاس مال ہو، اسے چاہیے کہ اس مال سے تجارت کرے اور اسے یوں نہ چھوڑے کہ زکوٰۃ اسے کھا جائے۔

یہ نظام محض انفرادی خیرات نہیں بلکہ ایک فرض اور باقاعدہ مالیاتی نظام ہے جس کا ہدف معاشرے سے غربت کا خاتمہ اور معاشی ناہمواریوں کو دور کرنا ہے۔ قرآنی معیشت کا لبِ لباب یہ ہے کہ مالداروں کے مال میں محروم طبقات کا حق شامل کر کے پورے معاشرے میں توازن اور فلاح و بہبود پیدا کی جائے۔

ہفتم: اجتماعی معاہدے، امانت داری اور مشورے کا نظام

قرآن حکیم نے اجتماعی نظام کو چلانے کے لیے باہمی معاہدوں کی پابندی، امانت داری اور مشورے کو بنیادی اصول قرار دیا ہے، یہ تینوں عناصر مل کر ایک شفاف، ذمہ دار اور متوازن حکمرانی اور سماجی ڈھانچہ تشکیل دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے عہد کی پاسداری کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ۔[62]

اے ایمان والو! عہدوں کو پورا کرو۔

امام طبری کے مطابق، معاہدوں کی پابندی ہی سماجی بھروسے کی بنیاد ہے۔[63] اجتماعی نظام میں امانت داری سے مراد صرف مالی حفاظت نہیں، بلکہ ہر وہ ذمہ داری ہے جو انسان کو سونپی جائے (سیاسی، انتظامی یا دینی)۔ اسے عدل سے بھی پہلے ذکر کیا گیا ہے کیونکہ امانت داری کے بغیر انصاف ممکن نہیں۔[64] قرآن نے "وشاورھم فی الامر" کے ذریعے حکمرانی اور فیصلہ سازی میں باہمی مشورے کو لازم قرار دیا ہے۔[65] امام قرضاوی کے بقول یہ اصول رائے عامہ کی اہمیت اور آمریت کے خاتمے کی بنیاد ہے۔[66] نبویؐ تعلیمات کے مطابق امانت داری کا معیار دوسروں کے رویے پر نہیں بلکہ اپنی ذمہ داری پر ہونا چاہیے "جو خیانت کرے، تم اس سے خیانت نہ کرو"۔[67] یعنی اجتماعی نظام میں ہر فرد اپنے حصے کا کردار ادا کرے۔ قرآن کا پیش کردہ اجتماعی ڈھانچہ محض طاقت پر نہیں، بلکہ معاہدوں کی شفافیت، ذمہ داریوں کی دیانتدارانہ ادائیگی اور باہمی مشاورت پر استوار ہے، جو اسے ایک مستحکم اور عوامی حمایت یافتہ نظام بناتا ہے۔

ہشتم: اخلاقی تربیت اور قانونی تعمیر میں توازن

اسلامی طریقۂ اصلاح کی انفرادیت اس بات میں ہے کہ یہ اخلاقی تربیت (اندرونی تبدیلی) اور قانونی نظام (ظاہری نظم) کے درمیان ایک کامل توازن قائم کرتا ہے۔ اسلام پہلے فرد کے دل میں خشیتِ الٰہی اور تقویٰ پیدا کرتا ہے، پھر اسی بنیاد پر اجتماعی قوانین کی عمارت کھڑی کرتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ۔[68]

مومنو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے، تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔

امام ابن کثیر کے مطابق، اسلام میں قانون روحِ اخلاق سے خالی نہیں ہوتا۔[69] جہاں بعض مذاہب صرف قلبی تبدیلی پر زور دیتے ہیں اور بعض صرف ظاہری رسوم و قوانین پر، وہاں اسلام اخلاقیات کو قانون کی روح اور قانون کو اخلاقیات کا محافظ بناتا ہے۔ نبویؐ مشن کا مقصد اخلاق کی بلندی تھا جس کی حفاظت کے لیے شریعت نے حدود اور ضوابط وضع کیے۔[70] اسلام محض جبر یا محض ترغیب پر انحصار نہیں کرتا۔ عبادات (نماز، روزہ) فرد کو منظم کرتی ہیں، جبکہ عدالتی و قانونی نظام معاشرے میں امن و انصاف کو یقینی بناتا ہے۔ اسلام کا متوازن نظامِ اصلاح فرد کی باطنی پاکیزگی اور معاشرے کی ظاہری ترتیب کو یکجا کر کے ایک مثالی اور پائیدار انسانی معاشرہ تشکیل دیتا ہے۔

نہم: تدریجی تبدیلی اور یک دم انقلاب کے طریقوں کا فرق

اسلامی سماجی اصلاح کا ایک ممتاز وصف "تدریج" ہے، جو جبری یا یک لخت تبدیلی کے بجائے انسانی فطرت اور نفسیات کو مدِ نظر رکھتا ہے۔ اسلام معاشرے کو یک دم بدلنے کے بجائے حالات اور لوگوں کی استعداد کے مطابق مرحلہ وار احکام نافذ کرتا ہے۔ اس کی بہترین مثال شراب کی حرمت ہے، جو چار مراحل میں مکمل ہوئی تاکہ لوگوں کے ذہن بتدریج اس کے لیے تیار ہو سکیں۔[71] جبری انقلابات معاشرے میں کشیدگی اور ردِ عمل پیدا کرتے ہیں، جبکہ اسلام عادات و اطوار کو رفتہ رفتہ بدلتا ہے تاکہ نئے قوانین معاشرے کی روح کا حصہ بن جائیں۔

نبویؐ اصول "آسانی پیدا کرو، دشواری نہ ڈالو" اصلاحِ معاشرہ کی بنیاد ہے۔[72] امام ابن حجر کے بقول، اس کا مقصد دین کو بوجھ کے بجائے محبت بھرا نظام بنانا ہے۔[73] تدریجی حکمتِ عملی کے ذریعے آنے والی تبدیلی زیادہ گہری اور پائیدار ہوتی ہے کیونکہ یہ محض اوپر سے تھوپا گیا ضابطہ نہیں بلکہ دلوں اور ذہنوں کی آمادگی کا نتیجہ ہوتی ہے۔ اسلام کا تدریجی طریقہ کار سماجی اصلاح کو ایک فطری عمل بناتا ہے، جس سے معاشرتی ڈھانچہ ٹوٹنے کے بجائے مضبوط ہوتا ہے اور تبدیلی پائیدار ثابت ہوتی ہے۔

دہم: امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا منظم اجتماعی نظام

اسلامی معاشرت کا ایک منفرد وصف "امر بالمعروف و نہی عن المنکر" (نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا) ہے، جو محض انفرادی نصیحت نہیں بلکہ ایک منظم اجتماعی فریضہ ہے۔ قرآنِ مجید نے اس فریضے کو امتِ مسلمہ کی کامیابی کی بنیاد قرار دیا ہے۔ امام طبری کے مطابق، یہ "فرضِ کفایہ" ہے، یعنی معاشرے میں ایک ایسا منظم گروہ ہونا ضروری ہے جو اس خدمت کو مستقل بنیادوں پر سرانجام دے۔[74]

حدیثِ نبوی ﷺ نے اصلاح کے تین درجے (ہاتھ سے روکنا، زبان سے ٹوکنا، اور دل سے برا جاننا) مقرر کیے ہیں۔[75] امام نووی کے بقول، یہ ترتیب اس لیے ہے تاکہ اصلاح کا عمل خود کسی نئے فتنے یا فساد کا باعث نہ بنے۔[76] جہاں دیگر نظاموں میں اصلاح کی ذمہ داری یا تو صرف حکمرانوں تک محدود ہوتی ہے یا پھر ہر فرد کو بے لگام مداخلت کا حق دے دیا جاتا ہے، وہاں اسلام حکمت اور استطاعت کے درمیان توازن پیدا کرتا ہے۔ یہ نظام معاشرے کے ہر فرد میں احساسِ ذمہ داری بیدار کرتا ہے، جس سے ایک ایسا "خودکار اصلاحی میکانزم" (Self-correcting mechanism) وجود میں آتا ہے جو معاشرے کو اندرونی طور پر مضبوط رکھتا ہے۔ اسلام کا یہ طریقہ کار جذباتیت یا انتقام کے بجائے حکمت اور نرمی پر استوار ہے جو معاشرے کو انتشار سے بچاتے ہوئے اسے

اخلاقی طور پر بیدار اور متحرک رکھتا ہے۔

تمثیلی اسلوب اور شریعت و قانونی تعلیمات کا باہمی ربط

اوّل: احکامِ وراثت اور مالی معاملات میں تمثیلی وضاحت

قرآنِ حکیم نے عملی احکامِ شریعت، خاص طور پر وراثت کے پیچیدہ مالی قوانین کی وضاحت اور ان کی حکمتوں کو سمجھانے کے لیے تمثیلی اسلوب کو مؤثر طریقے سے استعمال کیا ہے جس میں سماجی و معاشی ذمہ داریوں کا پورا لحاظ رکھا گیا ہے۔ مرد کا حصہ عورت سے دوگنا مقرر کرنے کی بنیاد صنف کی برتری نہیں، بلکہ مالی ذمہ داریاں ہیں۔ مرد مہر، گھریلو اخراجات اور اہل وعیال کی کفالت کا ذمہ دار ہے، جبکہ عورت کا حصہ اس کی اپنی ملکیت ہے جس پر کوئی مالی بوجھ نہیں۔[77] قرآن نے "دو عورتوں کے برابر ایک مرد" کا اسلوب اختیار کر کے وراثت کی تقسیم میں ریاضیاتی اور سماجی تناسب کو واضح کیا ہے تاکہ ہر وارث کو اس کے جائز مقام کے مطابق حق ملے۔ آیت کا اختتام اس حقیقت پر ہوتا ہے کہ انسان یہ فیصلہ کرنے سے قاصر ہے کہ اس کے لیے نفع میں کون زیادہ قریب ہے (والدین یا اولاد)۔ لہٰذا، اللہ کا مقرر کردہ نظام ہی انسانی فطرت اور ضرورت کے عین مطابق ہے۔ امام ابن القیم کے مطابق، یہ قوانین وصیت اور قرض کی ادائیگی کے بعد نافذ ہوتے ہیں، جو اس نظام کی شفافیت اور عدل کو ظاہر کرتے ہیں۔[78] وراثت کا قرآنی قانون ایک ایسا زندہ اور متوازن نظام ہے جو انسانی جذبات کے بجائے حقیقی سماجی ضرورتوں اور الٰہی حکمت پر استوار ہے، جس سے معاشرے میں معاشی استحکام پیدا ہوتا ہے۔

دوم: عائلی قوانین اور ازدواجی معاملات میں تمثیلی رہنمائی

قرآنِ حکیم نے عائلی قوانین، ازدواجی زندگی، طلاق اور عدت جیسے عملی احکام کی وضاحت کے لیے تمثیلی اسلوب استعمال کیا ہے تاکہ ان احکام کی حکمتیں دل نشین ہوں اور لوگ انہیں محض رسمی قوانین سمجھنے کے بجائے ان کی روح کو سمجھ سکیں۔ "قوام" سے مراد حاکم یا آقا نہیں بلکہ ذمہ دار اور نگران ہے۔[79] یہ تمثیل واضح کرتی ہے کہ مرد کو گھرانے کے تحفظ اور مالی کفالت کی ذمہ داری سونپی گئی ہے، نہ کہ اسے تفوق دیا گیا ہے۔ نافرمانی کی صورت میں نصیحت اور علیحدگی جیسے اقدامات کو امام غزالی نے ایک طبیب کے علاج سے تشبیہ دی ہے، جس کا مقصد سزا نہیں بلکہ اصلاح ہے۔[80] طلاق کے معاملے میں "معروف طریقے سے روکنا" یا "احسان کے ساتھ رخصت کرنا" محض قانونی الفاظ نہیں بلکہ ایک اعلیٰ اخلاقی رویے کی تصویر کشی ہے۔[81]

سوم: شریعت کے مقاصد کی تمثیلی تفہیم

قرآنِ حکیم نے شریعت کے پانچ بنیادی مقاصد (دین، نفس، عقل، نسل اور مال کی حفاظت) کو تمثیلات کے ذریعے واضح کیا ہے تاکہ ان کی اہمیت انسانی فطرت پر نقش ہو جائے:

- **حفظِ دین:** تمثیل: نور (روشنی) اور ظلمات (تاریکی)۔[82]

حکمت: ایمان انسان کو روحانی روشنی اور ہدایت کی طرف لاتا ہے، جبکہ کفر و شرک اسے تباہی کی تاریکیوں میں دھکیل دیتے ہیں۔ دین کی حفاظت درحقیقت انسانی روح کی روشنی کو برقرار رکھنا ہے۔

- **حفظِ نفس:** تمثیل: ایک انسان کا قتل پوری انسانیت کا قتل، اور ایک کی جان بچانا پوری انسانیت کو زندگی دینا۔[83]

حکمت: یہ تمثیل انسانی زندگی کے تقدس کو عالمگیر بناتی ہے۔ قوانینِ قصاص و دیت کا مقصد فرد کے ذریعے پوری نوعِ انسانی

کا تحفظ ہے۔

- **حفظِ عقل:** **تمثیل:** "اثمِ کبیر" (بڑا گناہ) اور عقل پر پردہ۔[84]

حکمت: شراب اور جوا عقل کے نور کو اس طرح ڈھانپ لیتے ہیں جیسے غلاظت روشنی کو روک دیتی ہے۔ عقل کی حفاظت اس لیے ضروری ہے کیونکہ یہ انسان کے لیے نورِ الٰہی ہے۔

- **حفظِ نسل و عصمت:** **تمثیل:** "ساء سبیلا" (برا راستہ)۔[85]

حکمت: زنا کو ایک ایسے کانٹوں بھرے اور ذلیل راستے سے تشبیہ دی گئی ہے جو تباہی کی طرف لے جاتا ہے، جبکہ نکاح کا راستہ عزت اور بقائے نسل کا ضامن ہے۔

- **حفظِ مال:** **تمثیل:** سود کے لیے "مٹ جانا" (یمحق) اور صدقہ کے لیے "نشوونما" (یربی)۔[86]

حکمت: امام غزالی کے بقول، سود اس زہریلے درخت کی مانند ہے جو تیزی سے بڑھتا ہے مگر موت لاتا ہے جبکہ صدقہ اس شفا بخش پودے کی طرح ہے جو زندگی بخشتا ہے۔[87] چوری کی سزا معاشرے کے بدن سے گندے عضو کو کاٹنے کے مترادف ہے تاکہ باقی جسم محفوظ رہے۔[88]

امام ابن القیم کے مطابق، احکامِ شرع ایک حکیم ڈاکٹر کے نسخے کی مانند ہیں جو کڑوی دوا (سخت قوانین) سے مرض کو جڑ سے ختم کرتا ہے۔[89] یہ تمثیلیں ثابت کرتی ہیں کہ شریعت کے مقاصد محض پابندیاں نہیں بلکہ انسانیت کی فلاح کا جامع پروگرام ہیں۔

چہارم: تشریعی احکام کی بجائے اخلاقی اصولوں پر توجہ

اناجیل اربعہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کا بنیادی ہدف تشریعی احکام کی تفصیل بیان کرنا نہیں، بلکہ باطنی تطہیر اور اخلاقی بیداری ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا فرمان "میں تورات کو منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں" اس بات کی دلیل ہے کہ آپؑ کا مقصد تورات کے احکام کو ایک نئی روحانی جہت عطا کرنا تھا۔ اناجیل میں ظاہری گناہ کے بجائے اس کے محرک (نیت) پر زور دیا گیا ہے۔ مثلاً قتل کے حکم کو "بلاوجہ غصہ" اور زنا کے حکم کو "بد نظری" سے جوڑ کر انسانی ضمیر کو مخاطب کیا گیا ہے۔ ان تعلیمات کا ہدف قانونی حدود و تعزیرات کی تفصیلات فراہم کرنا نہیں، بلکہ انسانی نیت اور خیالات کی درستی ہے۔ امام ابن تیمیہ کے مطابق، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت کا مقصد بنی اسرائیل کو تورات کی اصل روح کی طرف لوٹانا تھا، اسی لیے آپؑ کی تعلیمات میں قانونی احکام کے مقابلے میں مواعظ اور اخلاقی ہدایات کا پہلو غالب ہے۔[90]

اناجیل میں قانونی تفصیلات کی کمی کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ان کا اصل مقصد پہلے سے موجود شریعت (تورات) کے اخلاقی اور روحانی پہلوؤں کو اجاگر کرنا تھا، نہ کہ کوئی نیا متوازی قانونی نظام پیش کرنا۔

پنجم: تبلیغی دورانیے کی مختصریت اور ہدف کے محدود ہونے کا اثر

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تبلیغی دورانیہ (تقریباً تین سال) نہایت مختصر تھا اور آپؑ کا بنیادی ہدف بنی اسرائیل کی اصلاح تھی۔ آپؑ کا فرمان کہ "میں صرف بنی اسرائیل کی گمشدہ بھیڑوں کے لیے آیا ہوں" اسی محدود دائرہ کار کی نشاندہی کرتا ہے۔ آپؑ کی تمام تر توجہ علمائے یہود کی ریاکاری اور ظاہر پرستی کے خاتمے پر رہی۔ آپؑ نے نئے قوانین بنانے کے بجائے پرانے ضابطوں (تورات) کی درست روح کو واضح کیا۔ مثلاً سبت کے بارے میں آپؑ کا قول کہ "سبت انسان کے لیے ہے" ایک کلی اصول تھا، نہ کہ کوئی نئی فقہی تفصیل۔[91] امام قرطبی کے مطابق، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت دراصل شریعتِ موسوی کی تائید و تکمیل تھی، اس لیے اس میں

نئے احکام کی بہتات نہیں رکھی گئی۔[92] امام ابن حزم کے بقول، اناجیل میں نکاح، طلاق، تجارت اور حدود کے تفصیلی احکام نہ ہونے کی وجہ سے بعد میں عیسائی مفکرین کو رومی قوانین اور مقامی روایات کا سہارا لینا پڑا۔[93]

اناجیل کا بیشتر حصہ معجزات، مواعظ اور آپؑ کی زندگی کے آخری ایام کے واقعات پر مشتمل ہے، جس میں قانونی ابحاث کے لیے گنجائش بہت کم ہے۔ تبلیغی دورانیے کا اختصار اور اصلاحِ بنی اسرائیل تک محدود ہدف وہ بنیادی عوامل تھے جنہوں نے اناجیل کے متن کو ایک ہمہ گیر قانونی و ریاستی نظام پیش کرنے کے بجائے اخلاقی تذکیر تک محدود رکھا۔

ششم: روحانی نجات کے مرکزی پیغام کی اولیت

اناجیل اربعہ کا بنیادی مرکزی موضوع روحانی نجات، گناہوں سے معافی، اور خدا کے ساتھ تعلقات کی بحالی ہے، نہ کہ ایک زمینی ریاست یا معاشرے کے لیے قانونی نظام کی تعمیر۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کا محور "بادشاہتِ خداوندی" کا قریب ہونا تھا۔ آپؑ کا مقصد دنیا کو سزا دینا یا قانونی فیصلے سنانا نہیں، بلکہ رحمت اور نجات کا راستہ دکھانا تھا۔ آپؑ کی مشہور تمثیلیں (جیسے نیک سامری یا گمشدہ بھیڑ) رحم، معافی اور ہمدردی کا درس دیتی ہیں۔ یہ تمثیلیں کسی انتظامی نظام (مثلاً پولیس یا عدالتی ڈھانچے) کے قیام کے بجائے فرد کے اندر اخلاقی تبدیلی لانے پر مرکوز ہیں۔ جو قیصر کا ہے قیصر کو دو" جیسے ارشادات ٹیکس کا کوئی تفصیلی قانون پیش نہیں کرتے، بلکہ دنیوی اور دینی ذمہ داریوں کے درمیان ایک اصولی توازن بیان کرتے ہیں۔ امام شہرستانی کے مطابق، عیسائی مذہب کا مدار عقائد اور روحانیت پر ہے، جبکہ ان کا قانونی نظام نہایت محدود ہے۔ اناجیل کا بنیادی مقصد انسان کے دل کو بدلنا تھا، نہ کہ اس کے خارجی اعمال کو ضابطوں میں جکڑنا۔ اناجیل میں قانونی تفصیلات کی کمی کا بڑا سبب یہ ہے کہ ان کا مشن قانون سازی (Legislation) نہیں بلکہ روحانی و اخلاقی انقلاب تھا۔ اسی لیے بعد کے ادوار میں عیسائی ریاستوں کو رومی قوانین جیسے بیرونی مصادر کا سہارا لینا پڑا۔

ہفتم: اجتماعی ذمہ داری اور باہمی تعاون کی تمثیلی ترغیب

تمثیل کے ذریعے شریعت کے احکام کو نافذ کرنے میں اسلام کا ایک اور زاویہ یہ ہے کہ یہ احکام کی اطاعت کو صرف انفرادی فعل نہیں ٹھہراتا، بلکہ اسے ایک اجتماعی ذمہ داری اور باہمی تعاون کا عمل بنا کر پیش کرتا ہے، جس کے لیے قرآن و حدیث میں مضبوط تمثیلیں استعمال کی گئی ہیں۔ قرآن نے دین کو ایک "مضبوط رسی" سے تشبیہ دی ہے جسے سب نے مل کر تھامنا ہے۔[94] امام قرطبی کے مطابق، یہ تمثیل معاشرے میں اتحاد اور باہمی تعاون کی ایسی فضا قائم کرتی ہے جہاں تفرقے کی گنجائش نہیں رہتی۔[95] حدیثِ نبوی ﷺ میں مومنین کی مثال ایک "جسم" سے دی گئی ہے، جس کے ایک حصے کی تکلیف پورے جسم کو بے خوابی اور بخار میں مبتلا کر دیتی ہے۔[96] امام ابن حجر کے بقول، یہ تمثیل واضح کرتی ہے کہ شریعت کا نفاذ صرف ریاست کا نہیں بلکہ پورے معاشرے کا کام ہے۔[97]

اس تمثیلی اسلوب کا نتیجہ یہ ہے کہ پورا معاشرہ ایک دوسرے کے لیے نگران اور معاون بن جاتا ہے۔ اگر کوئی فرد غفلت برتتا ہے، تو معاشرہ اسے تنہا چھوڑنے کے بجائے ایک جسم کے اعضاء کی طرح اس کی اصلاح اور مدد کے لیے متحرک ہو جاتا ہے۔ اسلام کا یہ تمثیلی انداز احکامِ شرعیہ کے نفاذ کو ایک اجتماعی قوت عطا کرتا ہے، جس سے معاشرے میں ایک خودکار اصلاحی ماحول پیدا ہوتا ہے اور ہر فرد خود کو ایک مربوط اکائی کا حصہ محسوس کرتا ہے۔

ہشتم: نرمی و سختی کے توازن کی تمثیلی رہنمائی

اسلامی شریعت کا نظامِ نفاذ دیگر نظاموں کے برعکس عدل اور رحمت کے حسین امتزاج پر مبنی ہے، جو انسانی فطرت اور

استطاعت کو ملحوظ رکھتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ۔ [98]

اور (اے پیغمبر) ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر۔

امام طبری کے مطابق شریعت کے احکام کا نفاذ درحقیقت انسانوں کو عذاب سے بچانے اور ان کی اصلاح کا رحیمانہ ذریعہ ہے۔ [99] حدیث نبوی ﷺ کے مطابق دین سراسر آسانی ہے۔ [100] شریعت نے سختی اور عدم لچک کے بجائے تدریج اور رعایت (مثلاً سفر میں روزہ چھوڑنا یا نمازِ قصر) کا اصول اپنایا ہے۔ امام ابن رجب کے بقول یہ آسانی ہی احکام کو عملی طور پر "قابلِ نفاذ" بناتی ہے۔ [101]

اسلام نفاذِ احکام میں نہ تو اتنی سختی پیدا کرتا ہے کہ لوگ بیزار ہو جائیں اور نہ ایسی لاپرواہی برتتا ہے کہ قانون کی روح ختم ہو جائے۔ "فَسَدِّدُوا وَقَارِبُوا" (درستی کرو اور قریب رہو) کی تمثیلی رہنمائی یہ سکھاتی ہے کہ اصلاح کا عمل مسلسل، معتدل اور بشارت آمیز ہونا چاہیے تاکہ فرد اسے بوجھ کے بجائے ایک سہولت سمجھے۔ اسلامی نظام نفاذ کا کمال یہ ہے کہ یہ قانون کی بالادستی کو انسانی ہمدردی کے ساتھ مربوط کر دیتا ہے، جس سے ایک ایسا معتدل معاشرہ وجود میں آتا ہے جہاں دین پر عمل کرنا فطرت کے عین مطابق محسوس ہوتا ہے۔

حاصل بحث

قرآن اور اناجیل کے تمثیلی اسلوب کا تقابلی جائزہ لیتے ہوئے یہ بات سامنے آتی ہے کہ دونوں میں عام فہم زبان، مثال کے ذریعے عقلی حقیقت کی وضاحت اور اخلاقی اصلاح کا مقصد مشترک ہے، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ تمثیل آسمانی تعلیمات کا ایک مشترکہ دعوتی طریقہ ہے۔ تاہم اسلوبی اختلافات بھی نمایاں ہیں، جہاں قرآن میں تمثیل زیادہ جامع، متنوع اور مختلف موضوعات پر محیط ہے، جبکہ اناجیل میں بیانیہ اور قصصی انداز زیادہ غالب ہے۔ ہدایت کے دائرۂ کار کے اعتبار سے بھی واضح فرق پایا جاتا ہے، کیونکہ قرآن فرد کے ساتھ ساتھ پورے معاشرتی اور ریاستی نظام کے لیے رہنمائی فراہم کرتا ہے، جبکہ اناجیل میں زیادہ زور فرد کی اخلاقی تربیت پر دیا گیا ہے۔ مزید یہ کہ قرآن میں تمثیل کے ساتھ ساتھ واضح قانونی اور عملی احکام بھی موجود ہیں جو شریعت کی صورت میں ایک مکمل نظام حیات پیش کرتے ہیں، جبکہ اناجیل میں قانونی نظام کی تفصیل موجود نہیں، جس سے دونوں کے دینی و سماجی کردار کا فرق واضح ہو جاتا ہے۔

قرآن اور اناجیل دونوں میں تمثیل کا مقصد انسانی فہم کو آسان بنانا اور اخلاقی اصلاح ہے۔ دونوں میں مثال کے ذریعے عقلی حقائق کو واضح کیا گیا ہے اور جزا و سزا کے تصورات کو تمثیلی انداز میں پیش کر کے انسان کو ذمہ داری کا احساس دلایا گیا ہے، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آسمانی تعلیمات میں تمثیل ایک مشترک دعوتی اسلوب ہے۔ قرآن میں تمثیل اسلوبی تنوع اور جامعیت کے ساتھ آتی ہے، جہاں مثال کے ساتھ واضح ہدایات اور اصول بھی دیے جاتے ہیں، جبکہ اناجیل میں تمثیل زیادہ تر قصصی اور بیانیہ انداز میں فرد کی اخلاقی اصلاح پر مرکوز رہتی ہے۔ بلاغت، خطاب کے انداز اور موضوع کے پھیلاؤ میں نمایاں فرق پایا جاتا ہے جو دونوں کتابوں کے دعوتی دائرے کو الگ الگ نمایاں کرتا ہے۔ قرآن فرد کے ساتھ ساتھ پورے معاشرے کے لیے بھی مکمل نظام حیات پیش کرتا ہے، جس میں معاشرتی، عدالتی اور معاشی اصول بھی شامل ہیں، جبکہ اناجیل کی تمثیلات زیادہ تر فرد کی اخلاقی تربیت تک محدود رہتی ہیں۔ اس سے قرآن کی اجتماعی رہنمائی اور آفاقی قانون سازی کا پہلو نمایاں ہوتا ہے۔

قرآن میں تمثیل کے ساتھ ساتھ عملی احکام اور شریعت کے اصول بھی واضح طور پر بیان کیے گئے ہیں، تاکہ اخلاق کے ساتھ عملی نظام بھی قائم ہو سکے، جبکہ اناجیل میں قانونی اور معاشرتی نظام کی تفصیل موجود نہیں، بلکہ زیادہ زور روحانی اور اخلاقی اصلاح پر دیا گیا ہے، جو دونوں کے دعوتی منہج میں بنیادی فرق کو ظاہر کرتا ہے۔ اگرچہ قرآن اور اناجیل دونوں تمثیلی اسلوب کو دعوت اور اصلاح کے لیے استعمال کرتے ہیں، لیکن قرآن کا اسلوب زیادہ جامع، آفاقی اور نظامِ حیات سے مربوط ہے، جبکہ اناجیل کا اسلوب زیادہ تر فرد کی اخلاقی تربیت اور روحانی نجات پر مرکوز ہے۔

References

1 al-Qur’ān 88–17-20.

2 Ibn Kathīr, Ismā‘īl ibn ‘Umar, *Tafsīr al-Qur’ān al-‘Aẓīm* (Beirut: Dār al-Kutub al-‘Ilmiyyah, 1419 AH), 4:450.

3 Injīl Mattā, 13:31–32.

4 al-Qur’ān 68:17–20.

5 al-Qur’ān 17:13.

6 al-Qur’ān 2:257.

7 al-Qur’ān 2:264.

8 Injīl Mattā, 13:23.

9 al-Qur’ān 2:177.

10 al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismā‘īl, *al-Jāmi‘ al-Ṣaḥīḥ* (Beirut: Dār Ṭawq al-Najāh, 1422 AH), ḥadīth no. 13.

11 al-Qur’ān 5:113.

12 al-Qur’ān 70:25.

13 al-Qur’ān 14:26.

14 al-Tirmidhī, Muḥammad ibn ‘Īsā, *Sunan al-Tirmidhī* (Beirut: Dār al-Gharb al-Islāmī, 1998), ḥadīth no. 2860.

15 al-Qur’ān 2:257.

16 Abū Dāwūd, Sulaymān ibn al-Ash‘ath, *Sunan Abī Dāwūd* (Beirut: al-Maktabah al-‘Aṣriyyah, 1394H), ḥadīth no. 3641.

17 al-Qur’ān 22:73.

18 al-Qur’ān 24:35.

19 al-Zamakhsharī, Maḥmūd ibn ‘Umar, *al-Kashshāf* (Beirut: Dār al-Kutub al-‘Ilmiyyah, 1407 AH), 3:245.

20 al-Qur’ān 4:78.

21 al-Qur’ān 17:18–19.

22 Ibn al-Qayyim, Muḥammad ibn Abī Bakr, *Badā’i‘ al-Fawā’id* (Beirut: Dār al-Kitāb al-‘Arabī, 2010), 2:67.

23 al-Qur’ān 3:14.

24 al-Qur’ān 18:45.

25 al-Rāzī, Fakhr al-Dīn Muḥammad ibn ‘Umar, *al-Tafsīr al-Kabīr* (Beirut: Dār Iḥyā’ al-Turāth al-‘Arabī, 1420 AH), 21:137.

26 al-Qur’ān 41:29.

27 al-Qur’ān 28:8.

28 al-Qur’ān 18:14.

29 al-Zamakhsharī, *al-Kashshāf ‘an Ḥaqā’iq Ghawāmiḍ al-Tanzīl*, 2:533.

30 al-Qur’ān 22:73.

31 al-Shawkānī, Muḥammad ibn ‘Alī, *Fatḥ al-Qadīr* (Beirut: Dār al-Fikr, 2013), 4:128.

32 al-Qur’ān 75:16.

33 al-Ṭabarī, Muḥammad ibn Jarīr, *Jāmi‘ al-Bayān ‘an Ta’wīl Āy al-Qur’ān* (Beirut: Mu’assasat

al-Risālah, 1420 AH), 14:122.
34 Aḥmad ibn Ḥanbal, *al-Musnad* (Beirut: Mu'assasat al-Risālah, 1421 AH), ḥadīth no. 21257.
35 al-Qur'ān 41:29.
36 Ibn Kathīr, *Tafsīr al-Qur'ān al-'Aẓīm*, 3:428.
37 al-Bukhārī, *al-Jāmi' al-Ṣaḥīḥ*, ḥadīth no. 3461.
38 al-Qur'ān 11:13
39 al-Qur'ān 73:1–4.
40 al-Qur'ān 17:37.
41 al-Qur'ān 4:1.
42 al-Qur'ān 30:21.
43 al-Qur'ān 17:23.
44 al-Qur'ān 42:38.
45 al-Qur'ān 2:275.
46 al-Qur'ān 9:103.
47 al-Qur'ān 2:190.
48 al-Māwardī, 'Alī ibn Muḥammad, *al-Aḥkām al-Sulṭāniyyah* (Beirut: Dār al-Kutub al-'Ilmiyah, 1997), 25.
49 Injīl Mattā, abwāb 5–7.
50 al-Qur'ān 6:151.
51 al-Qur'ān 2:237.
52 al-Ghazālī, Abū Ḥāmid Muḥammad ibn Muḥammad, *Iḥyā' 'Ulūm al-Dīn* (Beirut: Dār al-Ma'rifah, 1991), 3:78.
53 al-Qur'ān 21:33.
54 al-Qur'ān 90:16.
55 al-Rāzī, *al-Tafsīr al-Kabīr*, 20:138.
56 al-Qur'ān 4:135.
57 Muslim ibn al-Ḥajjāj al-Qushayrī, *al-Jāmi' al-Ṣaḥīḥ* (Beirut: Dār Iḥyā' al-Turāth al-'Arabī), ḥadīth no. 4497.
58 al-Qur'ān 9:103.
59 al-Qur'ān 9:60.
60 al-Shawkānī, *Fatḥ al-Qadīr*, 2:398.
61 al-Tirmidhī, *Sunan al-Tirmidhī*, ḥadīth no. 641.
62 al-Qur'ān 5:1.
63 al-Ṭabarī, *Jāmi' al-Bayān*, 5:143.
64 al-Qur'ān 4:58.
65 al-Qur'ān 3:159.
66 al-Qaraḍāwī, Yūsuf, *Min Fiqh al-Dawlah fī al-Islām* (Cairo: Dār al-Shurūq), 87.
67 Abū Dāwūd, *Sunan Abī Dāwūd*, ḥadīth no. 3535.
68 al-Qur'ān 2:183.
69 Ibn Kathīr, *Tafsīr al-Qur'ān al-'Aẓīm*, 1:497.
70 al-Bayhaqī, Aḥmad ibn al-Ḥusayn, *Shu'ab al-Īmān* (Beirut: Dār al-Kutub al-'Ilmiyyah), ḥadīth no. 7475.
71 al-Qur'ān 2:219.
72 al-Bukhārī, *al-Jāmi' al-Ṣaḥīḥ*, ḥadīth no. 69.
73 Ibn Ḥajar al-'Asqalānī, Aḥmad ibn 'Alī, *Fatḥ al-Bārī fī Sharḥ Ṣaḥīḥ al-Bukhārī* (Beirut: Dār al-Kutub al-'Ilmiyyah, 1433 AH), 1:208.
74 al-Ṭabarī, *Jāmi' al-Bayān*, 3:275.
75 Muslim ibn al-Ḥajjāj, *al-Ṣaḥīḥ*, ḥadīth no. 78.
76 al-Nawawī, Yaḥyā ibn Sharaf, *Sharḥ Ṣaḥīḥ Muslim* (Beirut: Dār Iḥyā' al-Turāth al-'Arabī, 1397H), 2:22.
77 al-Qur'ān 4:11.
78 Ibn al-Qayyim, *I'lām al-Muwaqqi'īn* (Beirut: Dār al-Kutub al-'Ilmiyyah, 2013), 2:115.
79 al-Qur'ān 4:34.
80 al-Ghazālī, *Iḥyā' 'Ulūm al-Dīn*, 2:56.
81 al-Qur'ān 2:231.
82 al-Qur'ān 2:257.
83 al-Qur'ān 5:32.
84 al-Qur'ān 2:219.
85 al-Qur'ān 17:32.
86 al-Qur'ān 2:276.

[87] al-Ghazālī, *Iḥyā' 'Ulūm al-Dīn*, 4:92.
[88] al-Qur'ān 5:38.
[89] Ibn al-Qayyim, *I'lām al-Muwaqqi'īn*, 3:14.
[90] Ibn Taymiyyah, Aḥmad ibn 'Abd al-Ḥalīm, *al-Jawāb al-Ṣaḥīḥ li-man Baddala Dīn al-Masīḥ* (Riyadh: Dār al-'Āṣimah, 1999), 2:145.
[91] Injīl Marqus, 2:27.
[92] al-Qurṭubī, *al-Jāmi' li-Aḥkām al-Qur'ān*, 4:92.
[93] Ibn Ḥazm, 'Alī ibn Aḥmad, *al-Fiṣal fī al-Milal wa al-Ahwā' wa al-Niḥal* (Beirut: Dār al-Jīl, 1995), 2:78.
[94] al-Qur'ān 3:103.
[95] al-Qurṭubī, *al-Jāmi' li-Aḥkām al-Qur'ān*, 4:158.
[96] al-Bukhārī, *al-Jāmi' al-Ṣaḥīḥ*, ḥadīth no. 5665.
[97] Ibn Ḥajar, *Fatḥ al-Bārī*, 10:438.
[98] al-Qur'ān 21:107.
[99] al-Ṭabarī, *Jāmi' al-Bayān*, 17:91.
[100] al-Bukhārī, *al-Jāmi' al-Ṣaḥīḥ*, ḥadīth no. 39.
[101] Ibn Rajab al-Ḥanbalī, *Jāmi' al-'Ulūm wa al-Ḥikam* (Beirut: Mu'assasat al-Risālah, n.d), 112.